ایک حدیث

فضائلِ قرآنی

(۳)

زیرِ بحث حدیث میں قرآن کریم کی جو مزید صفات بیان ہوئی ہیں وہ یہ ہیں: ھو حبل اللہ المتین - وہ خدا کی مضبوط رسی ہے۔ یہ دراصل اس آیت کی بہترین تفسیر ہے جس میں یہ کہا گیا ہے کہ واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً (اللہ کی رسی کو اجتماعی گرفت کے ساتھ پکڑے رہو) حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضورؐ کی تفسیر کے مطابق جس "حبل متین" کا ذکر اس آیت میں ہے اس سے مراد قرآن ہی ہے۔ اب یہ سوچنا چاہیئے کہ قرآن ـــــ یا دوسرے لفظوں میں اسلامی تعلیمات ـــــ کو رسّی سے کیوں تشبیہہ دی گئی ہے؟ رسّی کا مقصد ہوتا ہے متفرق چیزوں کے درمیان اتصال و ربط پیدا کرنا۔ یہی وجہ ہے کہ عہد یا امان کو بھی حَبْل کہتے ہیں۔ یہودیوں کے متعلق قرآن میں آیا ہے الا بحبل من اللہ وحبل من الناس یعنی ان کی جان بچنے کی یہ شکل ہے کہ یا تو وہ میثاق خداوندی میں داخل ہو جائیں یا انسانی معاہدہ کر لیں۔ ایک بندے کا اپنے رب سے جو معاہدہ ہوتا ہے وہ اللہ کے احکام یا کتاب کے ذریعے ہوتا ہے۔ اسی لیے کتاب اللہ کو میثاق یا عہدنامہ کہتے ہیں (ہماری دانست میں بائبل کے دو حصوں کو جو عہدنامۂ عتیق اور عہدنامۂ جدید کہتے ہیں اس کی بجائے زیادہ صحیح یہ ہے کہ پوری بائبل عہدنامہ قدیم ہے اور قرآن مجید عہدنامۂ جدید ہے) قرآن پاک کے احکام بھی اسی لیے ہیں کہ اس سے بندوں کا خدا سے رشتہ جڑتا ہے اور خود بندوں کے درمیان باہمی رشتہ مربوط ہوتا ہے۔ اسی عہد کو توڑنے والوں کے متعلق کہا گیا ہے ویقطعون ما امر اللہ ان یوصل یہ لوگ اس چیز کو توڑتے ہیں جسے خدا نے جوڑنے کا حکم دیا ہے۔

بہرحال قرآن کو رسّی سے تشبیہہ دینے کی وجہ یہی ہے کہ یہ خدا اور بندے کے درمیان ایک میثاق و معاہدہ ہے اور خود بندوں کے درمیان صحیح رشتہ جوڑنے کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ اس لیے حَبْل کا ترجمہ رسّی کیجئے یا میثاق بات ایک ہی ہے۔

رسّی کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ ایک جگہ رسی باندھ کر اس کا دوسرا سرا کسی نابینا یا کم عقل بچے کے ہاتھ میں دے کر کتنی ہی پُرپیچ گلیوں میں بھیج دیجئے وہ بھٹک نہیں سکے گا۔ اس رسی کو پکڑ کر اسی کے سہارے نہایت آسانی سے اپنے

مرکز پر پہنچ جائے گا۔ بالکل یہی صورت میثاقِ الٰہی (قرآن مجید) کی بھی ہے جسے مضبوط پکڑ لینے کے بعد کوئی شخص گمراہ نہیں ہو سکتا۔ اور اسے چھوڑ کر کوئی چیز بھی پکڑ لے تو اس کا نتیجہ بجز گمراہی کے اور کچھ نہیں ہوگا جیسا کہ اسی زیرِ بحث حدیث میں آ چکا ہے کہ من ابتغی الھدیٰ فی غیرہ اضلہ اللہ جو غیر قرآن کے ذریعے راستہ تلاش کرے گا اسے خدا گمراہی میں ڈال دے گا۔

ایک مزید فضیلتِ قرآن اس کے بعد یہ بتائی گئی ہے کہ وھو الذکر الحکیم۔ یہ پُر حکمت ذکر ہے۔ یہ بھی عین قرآنی عبارت کی ترجمانی ہے۔ اس کتاب الٰہی کو خود اسی کتاب میں القرآن الحکیم کہا گیا۔ نیز قرآن کو ذکر اور تذکرہ اور ذکریٰ بھی کہا گیا ہے۔ ذکر کے معنی نصیحت کے بھی ہیں اور یاد کے بھی۔ یہ کتاب چونکہ دنیا کو سچے حقائق یاد دلاتی ہے اس لیے اسے ذکریٰ (یاد یا نصیحت) اور تذکرہ (یاد دہانی) کہا گیا ہے۔ اس کے حکیم ہونے میں بھی کیا شک ہو سکتا ہے؟ اس کا نازل کرنے والا ہی خود حکیم مطلق ہے اس لیے اس کا یہ کلام بھی سراپا حکمت کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے۔ اس نے تو اپنے رسولؐ کو بھی کتاب و حکمت ہی کی تعلیم دینے کی غرض سے بھیجا ہے (یعلمھم الکتٰب والحکمۃ) قرآن کے حکیم ہونے کے لیے صرف اتنی ہی دلیل کافی ہے کہ آج تک اس کی کوئی بات خلافِ حکمت ثابت نہ ہو سکی۔ اگر کسی دَور میں کسی کو کوئی بات خلافِ حکمت نظر آئی بھی تو جلد ہی یہ حقیقت اس پر منکشف ہو گئی کہ حقیقت وہی ہے جو قرآن نے بتائی ہے اور اس میں جو بات غلط نظر آئی تھی وہ دراصل خود اپنی غلطی تھی۔ موجودہ دور میں اقوامِ عالم کا رفتہ رفتہ خود بخود قرآنی تعلیمات سے قریب ہوتے جانا بھی اسی کی دلیل ہے کہ قرآن حکمت والی کتاب ہے۔ جنگ، انسانی برادری، طلاق، وراثت، غلامی، وحدتِ انسانی، مساواتِ انسانی، مساواتِ مرد و زن، بت پرستی، توحید، فلاحی حکومت، غرض بیسوں اساسی مسائل ایسے ہیں جن میں دنیا اپنے پرانے تصورات کو ترک کر کے اسلامی نظریات کو اپناتی جا رہی ہے اور یہ بجائے خود قرآن کے حکیم ہونے کی کافی دلیل ہے۔

اس کے بعد حضورؐ نے قرآن کی ایک اور فضیلت یوں بیان فرمائی کہ وھو الصراط المستقیم کہ یہ سیدھی راہ ہے۔ "مستقیم" کے معنی سیدھے کے بھی ہیں اور مستقل کے بھی۔ ایک نقطے سے دوسرے نقطے تک پہنچنے کی ہزاروں راہیں ہو سکتی ہیں۔ لیکن جو سب سے کم فاصلہ رکھتا ہو اسے خطِ مستقیم کہتے ہیں۔ وہ بالکل سیدھا ہوتا ہے اور ایک ہی ہوتا ہے اس میں کہیں کجی یا ٹیڑھ نہیں ہوتی۔ قرآن اس لحاظ سے بھی صراطِ مستقیم ہے کہ وہ منزلِ مقصود تک پہنچنے کا بالکل سیدھا راستہ ہے۔ اس میں کہیں کجی نہیں۔ قرآن نے خود اسے واضح کر دیا ہے لم یجعل لہ عوجًا اور قرآنًا غیر ذی عوج اس کتاب میں کہیں کوئی جھول یا ٹیڑھ نہیں۔ ایسا سیدھا راستہ خطِ مستقیم کی طرح چونکہ ایک ہی ہے اس لیے اس کے سوا جو بھی راستہ ہوگا وہ مستقیم نہ ہوگا اور اسے چھوڑ کر کسی راستے کو اختیار کرنے کا نتیجہ گمراہی ہے جسے اسی حدیث میں یوں

بیان کیا گیا ہے کہ من ابتغی الھدی فی غیرہ اضلہ اللّٰہ جو اسے چھوڑ کر کسی اور شے سے ہدایت چاہے گا اسے خدا گمراہی میں ڈال دے گا۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہیئے کہ ہم جو ہر روز متعدد بار اھدنا الصراط المستقیم کی دعا مانگتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمیں قرآن ہی کی راہ پر چلا کیونکہ یہی صراطِ مستقیم ہے۔ یہاں یہ نتیجہ نکالنے میں کوئی تامل نہ ہونا چاہیئے کہ قرآنی تعلیمات سے یا اس کی روح سے جو شے بھی متصادم ہوتی ہو اسے ترک کر دینا چاہیئے خواہ کسی کتاب میں ہو۔ کسی کی زبان یا قلم سے نکلے۔ کسی کا کشف یا کسی کا خواب ہو۔ اگر احترام مقصود ہو تو اس شے کی تاویل و توجیہ کی جائے گی نہ کہ قرآن کی۔ پھر اگر رد کرنا پڑے تو وہی شے رد کی جائے گی نہ کہ قرآن۔

(محمد جعفر)

گلستانِ حدیث

مصنفہ محمد جعفر پھلواروی

چالیس منتخب احادیث نبوی کی تشریح جس کے ہر مضمون کی تائید میں دوسری احادیث اور قرآن کریم کی آیات سے ان کی مطابقت نہایت دلکش انداز سے پیش کی گئی ہے۔ اندازِ نگارش اچھوتا اور تشریحات جدید افکار و اقدار کی روشنی میں کی گئی ہیں۔ کتابت و طباعت عمدہ۔ مجلد مع گرد پوش۔ قیمت دو روپے آٹھ آنے۔

حکمائے قدیم کا فلسفۂ اخلاق

مصنفہ بشیر احمد ڈار

عہد قدیم میں چین، ایران، مصر اور یونان کی تہذیبوں نے حیرت انگیز ترقی کر لی تھی اور یہاں کے مفکروں نے جو افکار و نظریات پیش کئے انہی کی بنیاد پر جدید افکار کی عظیم الشان عمارت تعمیر ہوئی ہے۔ اور اس کتاب میں کون فیوشس، گوتم بدھ، زرتشت، مانی، سقراط، افلاطون، اور ارسطو جیسے عظیم مفکروں کے اخلاقی نظریات پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ قیمت چھ روپے

ملنے کا پتہ: ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ۔ کلب روڈ۔ لاہور